

کرو کی کہانی



kamran Hunting

کرو کی کہانی

I

ناگانو کے علاقے میں پہاڑوں میں ایک چھوٹا شیشن تھا۔ اس شیشن سے ایک گاڑی چلنے والی تھی۔

اچھا! خدا حافظ!

میں نے گاڑی کی کھڑکی سے سلام کیا۔

گاڑی آہستہ آہستہ چلنے لگی اور مجھے چھوڑنے کے لیے جو لوگ آئے تھے، ان کی شکلیں گاڑی کی رفتار کے بڑھنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ اوجھل ہونے لگیں۔ اسی وقت ”بھوں بھوں“ کی آواز سنائی دی۔ وہ کرو Kuro کے بھونکنے کی آواز تھی۔

وہ گاڑی کے پیچھے پیچھے تیزی سے دوڑ رہا تھا مگر تھوڑی دیر بعد اس کا وجود بھی اوجھل ہونے لگا اور کچھ ہی دیر میں تقریباً دو تین سو میٹر گاڑی کے پیچھے رہ گیا۔ پھر بھی وہ پیچھے دوڑتا رہا۔ اس کا چہرہ چھوٹے سے نقطے کی طرح نظر آنے لگا اور آخر کار میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ میں گاڑی کی کھڑکی سے سر نکال کر دیر تک پشزیوں کو دیکھتا

رہا۔ کرو کے بھونکنے کی آواز میرے کانوں میں ابھی تک گونج رہی تھی۔

کرو جب چھوٹا سا تھا تو وہ میری جیب میں آسانی سے سما جاتا تھا، اس وقت سے میں نے اس کو ایک سال تک پالا تھا۔

کرو بالکل کالا کتا تھا اس لیے میں نے اس کا نام کرو رکھا۔ (جاپانی زبان میں کرو کے معنی ہیں کالا رنگ) وہ آکیتا Akita کے علاقے کا کتا تھا۔ اس علاقے کا کتا خاص قسم کا ہوتا ہے اور بہت مشہور ہے۔ اس کے کان سیدھے اور دم ٹیڑھی ہوتی ہے۔

میں کرو کو اپنے گھر کے قریب رہنے والے بوڑھے شکاری یاسو Yasu کے پاس لے جاتا اور وہ اسے ریچھ کا شکار کرنے کے لیے مشق کرواتا تھا۔

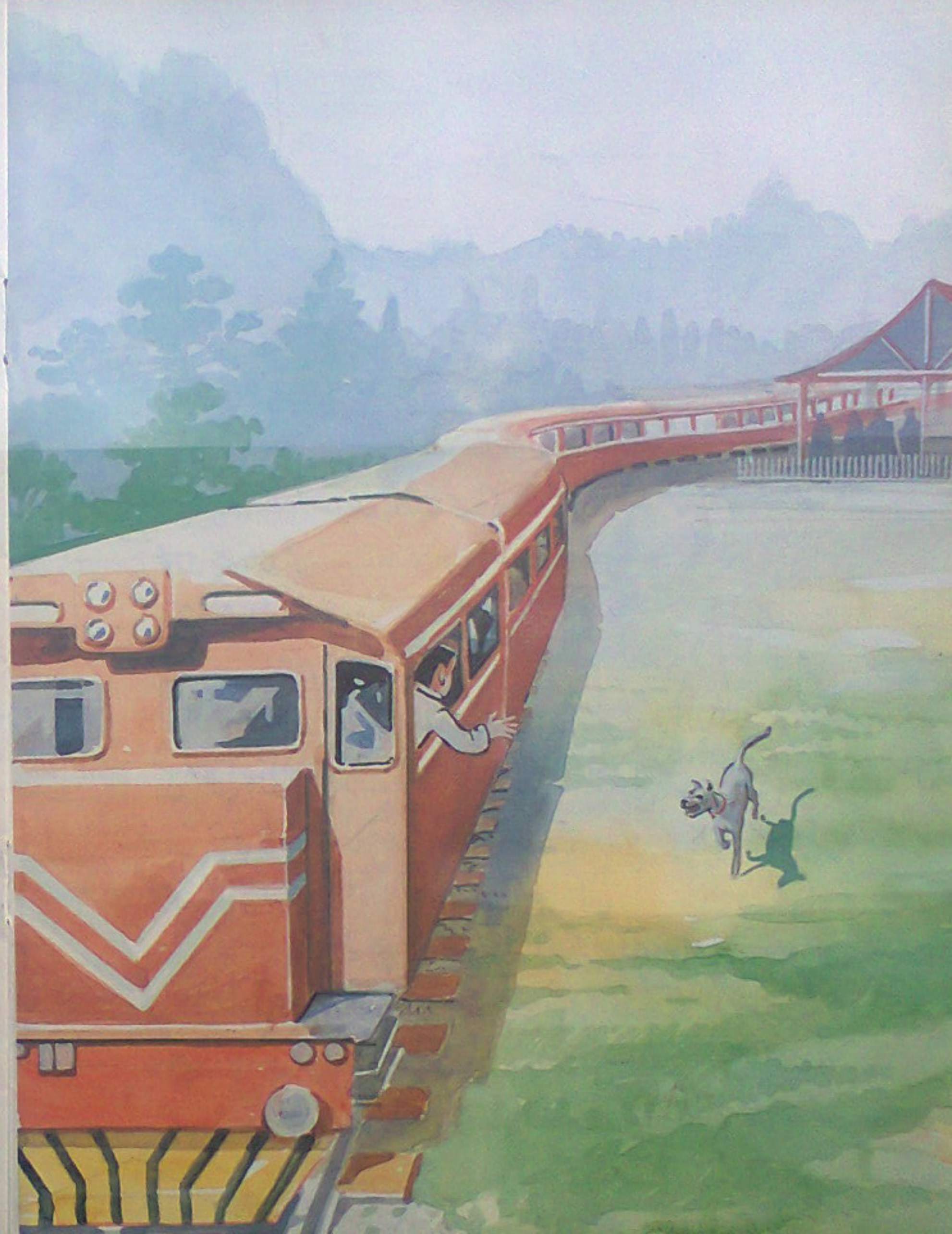
ایک دن کام کے سلسلے میں ناگانو کے علاقے سے سینکڑوں کلو میٹر دور کاگوشی ما علاقے میں میرا تبادلہ ہو گیا۔

”اے صاحب! کاگوشی ما کے علاقے میں ریچھ نہیں رہتے۔ کرو کو وہاں لے جانا بے کار ہے۔ اسے میرے پاس رہنے دیں۔ یہ بہت اچھا شکاری کتا بن جائے گا۔“

بوڑھے یاسو نے کئی مرتبہ مجھ سے کہا تھا۔

میں نے بھی سوچا کہ میں سردیوں کی چھٹیوں میں یہاں واپس آکر ریچھ کا شکار کروں گا۔ اس لیے میں نے کرو کو بوڑھے یاسو کے پاس چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

جب میں ناگانو کے علاقے سے رخصت ہوا، اس وقت بوڑھے یاسو کے ساتھ کرو بھی مجھے خدا حافظ کہنے آیا مگر میں دوسروں سے رخصت ہوتے وقت کرو سے ملنا



بھول گیا۔ اس کے باوجود کرو میرے پیچھے دوڑتا ہوا آ رہا تھا اور اس طرح اس نے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ کرو کی اس محبت کو دیکھ کر میں متاثر ہوا اور سوچنے لگا کہ مجھے کرو کو نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔

II

میرے کاغوشی مانتپننے کے تقریباً بیس دن کے بعد بوڑھے یاسو کا خط آیا۔ اس خط میں اس نے ان بیس دنوں میں گاؤں میں ہونے والے واقعات کے بارے میں تفصیل سے لکھا تھا۔ مثلاً پڑوسی کے چار سالہ بچے کو تین دنوں سے زکام ہے۔ اس نے اپنے گھر کے پیچھے والے کھیت میں بیٹنگن کے چند پودے لگائے ہیں۔ چار پانچ دن پہلے تیز بارش ہوئی اور اس کی وجہ سے تالاب کی مچھلیاں کہیں چلی گئیں وغیرہ وغیرہ۔

میں بوڑھے یاسو کا چہرہ یاد کرتے ہوئے مزے سے خط پڑھ رہا تھا مگر خط کا آخری حصہ پڑھنے کے بعد میں ایک دم اداس ہو گیا۔ لکھا تھا:

”آپ کے جانے کے بعد کرو ہر روز شام کے چار بجے سے آٹھ بجے تک اس سٹیشن پر کھڑا آپ کے واپس آنے کا انتظار کرتا ہے۔ یہ بہت وفادار کرتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہیں وہ آپ کے بجائے مجھے اپنا مالک نہ مان لے اور مجھ سے مانوس ہو جائے۔“

کرو شاید اپنی دم لٹائے ہوئے بارش میں اپنے مالک کا انتظار کرتا ہو گا، جو اس کے پاس نہیں آتا۔ پھر اندھیرے راستے پر دوڑتا ہوا اپنے نئے مالک کے پاس اداس

واپس آ جاتا ہو گا۔ میری نظروں میں کرو کی وہی صورت گھومنے لگی۔

میں پچھتاتے لگا کہ مجھے کرو کو اپنے ساتھ ہی لے آنا چاہیے تھا۔

اگلے دن میں نے شہر جا کر گوشت کا اچار خریدا اور کرو کو کھانے کے لیے بوڑھے یاسو کے پاس بھیجا۔

اس کے بعد بھی کبھی کبھی کتوں کی پسندیدہ چیزیں کرو کے لیے بھیجتا رہا۔ مگر خط میں کرو کے بارے میں کچھ پوچھنے سے گریز کرتا۔ مجھے معلوم تھا کہ جواب میں اس کی اداسی کے بارے میں ہی لکھا ہو گا اور اس کے پڑھنے کے بعد میں بھی اداس ہو جاؤں گا۔

اگلے سال جاڑے کے موسم میں بوڑھے یاسو کا خط آیا جس میں کرو کے بارے میں یہ لکھا تھا:

اب کرو مجھ سے مانوس ہو گیا ہے۔ پچھلے دن جب میں چکور کے شکار کے لیے گیا تو کرو کو رسی سے باندھ کر گھر پر چھوڑ گیا تھا۔ گھر سے کوئی بیس کلو میٹر آگے پہاڑ کے ایک سرے پر جب میں دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا تو کرو اپنی گردن میں رسی کا ٹکڑا لٹکائے ہوئے بڑی تیزی سے دوڑتا ہوا میرے پاس آیا۔ اس نے اپنے دانتوں سے رسی کو کاٹا ہو گا۔ مجھے دیکھتے ہی جھپٹا اور بڑی خوشی سے میرے ہاتھوں، کندھوں اور چہرے پر اپنی زبان پھیرنے لگا۔ اب کرو مجھے اپنا مالک سمجھ کر دل سے محبت کرتا ہے اور مجھ سے بہت مانوس ہو گیا ہے۔ اس لیے آپ کرو کے بارے میں زیادہ فکر نہ کیجئے۔

اب کروئے مالک سے مانوس ہو گیا ہے۔
اس خط کو پڑھ کر مجھے دلی سکون ملا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ مجھے کچھ افسوس
بھی ہوا کہ کرو بھی بس ایک جانور تھا۔
اس کے بعد سے مجھے کرو کی فکر کم ہونے لگی۔ اب بوڑھا یا سو بھی اپنے خط
میں کرو کے بارے میں کم ہی لکھتا تھا۔

III

کرو سے جدا ہوئے پانچ سال ہو گئے ہیں۔
بوڑھے یا سو کا خط آیا کہ اس سال ریچھ زیادہ شور مچا رہے ہیں۔ اس دفعہ
جاڑے کے موسم میں واپس آجائیے۔
میں پانچ سال سے اپنے وطن نہیں گیا تھا اور پھر اس طرف ذرا کام بھی تھا۔ میں
نے ان سردیوں کی چھٹیوں میں ناگانو واپس جانے کا فیصلہ کر لیا۔
کافی عرصے بعد اپنے وطن کی سرزمین پر قدم رکھا تو پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔
سٹیشن سے باہر نکلا تو ایک بہت بڑا کتا مجھ پر جھپٹا۔ وہ کرو تھا۔ کتنا بڑا ہو گیا ہے!
پانچ سال کے بعد بھی کرو مجھے بھولا نہ تھا۔
ارے! صاحب کے کپڑے خراب ہو جائیں گے۔

بوڑھے یا سو نے، جو مجھے لینے کے لیے آیا تھا، تیز آواز میں ڈانٹا تو کرو شرمندہ
ہوا اور اپنی دم نیچے کر کے بوڑھے یا سو کی پھلی طرف بیٹھ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
اب کرو بوڑھے یا سو ہی کو اپنا مالک سمجھتا ہے۔

میں نے اپنا گھر سکول کے ایک استاد کو کرایے پر دے دیا تھا۔ اس لیے میں
بوڑھے یا سو کے گھر ہی ٹھہر گیا۔

اگلے دن بوڑھے یا سو نے کہا، آپ کے لیے بہت اچھا کھانا تیار کروں گا۔ وہ
کرو کے ساتھ چکور کا شکار کرنے پیچھے والے پہاڑ کی طرف گیا۔ اس وقت میں اس
کے گھر کے برآمدے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے بوڑھے یا سو کے پیچھے پیچھے چلنے والے
کرو کو بلایا:

اے کرو!

کرو بڑے ناز و نیاز سے غرایا اور پھر میرے پاس آگیا۔ اس نے دو تین مرتبہ
میرے ہاتھوں پر اپنی زبان پھیری۔ مگر بوڑھے یا سو کی سیٹی کی آواز سنتے ہی دم ہلاتے
ہوئے مجھے چھوڑ کر بوڑھے یا سو کے پیچھے چلا گیا۔

میں اس کا پہلا مالک تھا لیکن اب کرو میری بات سے زیادہ بوڑھے یا سو کی
بات مانتا ہے۔

مجھے تھوڑا سا افسوس بھی ہوا مگر یہ تو قدرتی بات ہے۔ میں نے اس کو صرف
ایک سال تک رکھا تھا اور اس کے بعد پانچ سال سے وہ بوڑھے یا سو کے پاس ہے۔

IV

یہاں آنے کے پانچ دن بعد میں اور بوڑھا یا سو ریچھ کا شکار کرنے گئے۔ ہم
نے سنا کہ تقریباً آٹھ کلومیٹر آگے ریچھ موجود ہے۔

وہاں پہنچ کر دیکھا تو برف پر ریچھ کے پاؤں کے بڑے بڑے نشان بنے ہوئے

تھے۔ شاہ بلوط کے درخت کی شاخیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ شاید ریچھ شاخوں کو توڑ کر راستہ بناتا ہوا گزرا ہو گا۔

کرو کی رسی کھول دی گئی۔ کرو ریچھ کے پاؤں کے نشانات کو سونگھتا اور پھر آسمان کی طرف اپنی ناک اٹھا کر گہرا سانس لیتا۔ اس کے بعد اچانک دوڑنے لگتا۔
میں ایک چٹان پر کھڑا ہو گیا۔ جہاں سے سامنے کا منظر بالکل صاف نظر آتا تھا۔
بوڑھا یا سو اس پہاڑ کے دوسرے سرے پر کھڑا تھا۔ ہمارے درمیان کوئی تین سو میٹر کا فاصلہ تھا۔

ہم کھڑے ہو کر اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ کرو ریچھ کی طرف دوڑتا ہوا اس کی جانب آئے گا۔

دوپہر ہونے والی تھی مگر کرو ابھی تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں برف پر بیٹھ کر چاول کا بنا ہوا گولا کھانے لگا۔

عین اس وقت کرو کی زوردار آواز سنائی دی، ”بھوں بھوں بھوں۔“
کھانا کھانے کا وقت نہ تھا۔ میں اپنی بندوق لے کر کھڑا ہو گیا۔ زوردار آواز آنے لگی، ”چٹ چٹ چٹ۔“

ایک کالی سی چیز مجھ سے کچھ فاصلے پر سامنے سے نمودار ہوئی اور تیزی سے وادی کی جانب اترنے لگی۔

غیر متوقع جگہ سے اچانک ریچھ نمودار ہوا اور میں حیران رہ گیا۔ مگر میں نے پیچھے سے ریچھ پر ایک گولی چلائی۔ دھائیں۔۔۔

لیکن اس کو تھوڑی سی چوٹ بھی نہیں لگی، اس لیے کہ وہ وادی پار کر کے سیدھا ہی بھاگ رہا تھا۔

دھائیں!

بوڑھے یاسو کی بندوق سے ہلکا سا نیلا دھواں نکلا۔
او! میں چلایا۔

باہا باہا۔ بوڑھے یاسو کے ققمہ لگانے کی آواز گونجنے لگی۔

اب ریچھ کو بری طرح چوٹ لگی اور وہ لڑھکتے ہوئے وادی کے نیچے گر گیا۔

V

بوڑھا یا سو پہاڑ سے اتر کر تیزی سے وادی کی طرف بڑھنے لگا اور میں بھی اسی طرف آہستہ آہستہ اترنے لگا۔

اف! بے ساختہ میرے منہ سے چیخ نکلی۔

بوڑھا یا سو دوڑتے ہوئے ریچھ کے پاس پہنچا تو وہ ریچھ، جسے ہم نے سوچا تھا کہ مر گیا ہو گا، اچانک اٹھ کھڑا ہوا اور بوڑھے یاسو پر جھپٹا۔

ایک لمحے کی بات تھی۔ ماہر شکاری بوڑھا یا سو بھی کچھ نہ کر سکا۔ اس کو ریچھ نے اپنی بانہوں میں بری طرح جکڑ لیا تھا۔

میں نے ریچھ کا نشانہ لینے کی کوشش کی مگر ریچھ کے ساتھ بوڑھے یاسو کو بھی گولی لگنے کا خطرہ تھا۔ میں بے بس ہو گیا۔

اس وقت اچانک کرو ریچھ کی پیٹھ پر جھپٹا اور اپنے دانتوں سے اس کو کاٹنے

لگا۔

ریچھ کو غصہ آگیا۔ بوڑھے یاسو کو چھوڑ کر اس نے پنچے سے کرو کو مارا۔
 عین اسی وقت میں نے ریچھ کے سر کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ وہ ٹھیک
 نشانے پر لگی اور ریچھ گر گیا۔
 بوڑھے یاسو کو تو زیادہ چوٹ نہیں لگی تھی مگر کرو کے سینے کو ریچھ نے اپنے
 پنچے سے بری طرح نوچ لیا تھا اور وہ برف پر بے بسی سے پڑا ہوا تھا۔
 اے کرو!

جب بوڑھے یاسو نے کرو کو گلے لگانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تو کرو او او کر
 کے غراتے ہوئے اس کا ہاتھ چاٹنے لگا۔ بوڑھے یاسو نے کبھی ڈانٹتے ہوئے اور کبھی
 تسلی دیتے ہوئے اس کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی۔ مگر کرو اپنی چوٹ کے درد کو



برداشت نہیں کر پا رہا تھا اور اپنے جسم پر بوڑھے یاسو کو ہاتھ نہیں لگانے دے رہا
 تھا۔

میں نے کرو کے پاس بیٹھ کر آواز دی، کیا ہوا؟ کرو!
 کرو نے غمگین نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔
 کرو! میں نے پھر آواز دی تو کرو نے اپنے زخمی جسم کو میری طرف بڑھایا اور
 میری رانوں پر اپنا سر رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔
 جب میں نے ”اچھا! اچھا!“ آواز دیتے ہوئے کرو کو اٹھایا تو اس کو بہت
 تکلیف ہوئی۔ ”اوو۔“ وہ غرایا اور ہاتھ کو اپنے دانتوں میں پکڑا مگر کاٹا نہیں۔
 میں کرو کا پہلا مالک تھا۔ اب اس کے دل میں صرف میرا ہی خیال تھا۔ اپنی
 بانہوں میں چپ چاپ درد برداشت کرنے والے کرو کو دیکھ کر میری آنکھوں میں
 آنسو آ گئے۔

VI

کچھ دنوں کے بعد کرو کا زخم بالکل ٹھیک ہو گیا اور اب میں نے پکا ارادہ کر لیا
 کہ کرو کو کبھی اپنے سے جدا نہیں کروں گا۔ اس لیے اس کو اپنے ساتھ ہی کاغوشی ما
 کے علاقے میں لے آیا۔

اب میں یہ کہانی لکھ رہا ہوں اور اس وقت کرو میرے بچوں کے ساتھ صحن
 میں اچھل کود رہا ہے۔